Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

اُندلس میں علمی سرگرمیاں

طفیل ہاشمی

اندلس میں اسلامی حکومت کی بنیاد ۹۲ ھ/۷۱۱ء میں پڑی۔ اسلامی فتح سے پیشتر وہاں کی علمی سرگرمیوں کے ریکارڈ سے تاریخ کا دامن بالکل خالی ہے۔ صاعد الاندلسی نے اندلس کی علمی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

اندلس اسلامی فتح سے قبل علم سے خالی تھا ۔ اھل اندلس میں کوئی مشہور عالم نہیں ہوا (۱)۔

قرون وسطی کے مسیحی مصنف ایزو دور اشبیلی (۵۷۰ ۔ ٦۳٦ ء) نے کچھ کتابیں لکھی تھیں لیکن اسلامی عہد کی علمی تحقیقات میں ان کا بھی کہیں سراغ نہیں ملتا ۔

اسلامی اندلس میں علمی ترقی مشرق کی بہ نسبت تاخیر سے شروع ہوئی جس کی بڑی وجہ وہاں کے مقامی حالات تھے ۔ ابتدائی عہد کے مسلم حکمرانوں کو مقامی نزاعات نے علمی و فکری ترقی کی طرف توجہ دینے کی مہلت ھی نہیں دی (۲)۔ اس کے باوجود عبدالرحمن الداخل (۷۵٦ ۔ ۷۸۸) لوگوں میں علم و ادب کا شوق بیدار کرنے کے لئے مشاعروں اور مناظروں کی مجالس منعقد کراتا تھا منظوم ادبی شہ پاروں اور کامیاب مناظروں پر انعامات دیئے جاتے تھے ۔ اور امیر عبدالرحمن بذات خود ان علمی مجالس میں شریک ہوتا تھا (۳)

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.   http://iri.iiu.edu.pk/

اندلس کی حقیقی ترقی کا آغاز عبدالرحمن ثانی کے عہد حکومت (۸۲۲ ـ ۸۵۲) سے ہوا ـ وہ آرٹ اور تعمیرات کا دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ادبیات اور علوم عقلیہ کی بھی سرپرستی کرتا تھا ـ اس نے مشرق کے خلفاء کی طرح اپنے دربار میں فضلاء اور اعیان علم کو جمع کیا ـ اس کے دربار میں یحیی بن یحیی ، عبدالملک بن حبیب ، ابن الماجشون ، اصبغ بن الفرج اور محمد بن مزین جیسے محدثین و فقہاء اور یحیی بن حکم بن الغزال اور تمام بن علقمہ ایسے شعراء موجود تھے (۴)ـ اس نے علمی و ادبی کتب کی فراہمی کے لئے متعدد اہل کار مقرر کئے ہوئے تھے جو بلاد مشرق کے سفر کرتے نئی اور کم یاب کتب حاصل کر کے انھیں اندلس پہنچاتے ـ عباس بن ناصح کو یونانی کتب سائنس و فلسفہ کے عربی تراجم کی خریداری کے لئے عراق کے کتب فروشوں کے ہاں بھیجا ـ اس کے عہد میں قرطبہ کی سرکاری لائبریری میں خاطر خواہ اضافہ ہوا (۵)ـ ہر چند اس عہد میں تعلیم عام کرنے کے اقدامات کئے گئے لیکن فقہاء مالکیہ کے حد سے بڑھے ہوئے اثر و رسوخ کے باعث علوم عقلیہ کے مطالعہ کو قبول عام حاصل نہ ہو سکا ـ البتہ عبدالرحمن الناصر (۹۱۲ ـ ۹۶۱) کا دور آزادی افکار کا دور تھاـ

قرطبہ کا فلسفی ابن مسرۃ (م ۳۱۹ / ۹۳۱ ء) جسے ملحدانہ افکار کی تبلیغ کے الزام میں ملک بدر کر دیا گیا تھاعرب سے واپس اندلس آ گیا اور اپنے افکار کی تبیلغ کے لئے سیرہ میں مدرسہ تصوف کی بنیاد رکھی (۶)ـ سائنس کی مختلف شاخوں میں تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا ـ اسی دور میں تاریخ میں ابن الاحمر (م ۹۶۹ ء) علم ہیئت میں احمد بن نصر (م ۹۳۳) اور مسلمہ بن قاسم (م ۹۶۴ ء)

علم ریاضی میں ابو غالب حباب بن عباده اور ابو ایوب ، علم طب میں عریب بن سعد الکاتب یحیی بن اسحاق اور حسدائی بن

شپروط (م ۳٦١ / ۹۷۱ء) نے شہرت حاصل کی (۷)۔ اسی عہد میں شاہ قسطنطنیہ نے ۳۲۷ ھ / ۹۳۸ء میں دیسقوریسدس کی کتاب الادویۃ المفردۃ کا یونانی متن خلیفہ کو تحفۃ بھیجا جس کے ترجمہ کے لئے خلیفہ کی خواہش پر بعد میں ۳۴۰ / ۹۵۱ء میں نقولا راہب کو بھیجا گیا جس نے متعدد اطباء کی مدد سے اسے یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا (۸)۔ ابن القوطیہ (۳٦۸ / ۹۷۸ ء) نے افتتاح الاندلس کے نام سے عبدالرحمان الناصر کے عہد کے اوائل تک اسلامی اندلس کی تاریخ لکھی (۹)۔ احمد الرازی (۳۴۲ / ۹۵۳ ء) نے اندلس کی ایک تاریخ لکھی (۱۰) جس سے بعد میں ابن الابار اور المقری نے بھرپور استفادہ کیا اور جابجا اس کے حوالے دیئے۔

اندلس میں فراهمی کتب اور تصنیف و تالیف کا انقلابی دور عبدالرحمان الناصر کے جانشین الحکم ثانی (۹٦١ ـ ۹۷٦ء) سے شروع ہوتا ہے۔ جو عالم اسلام کے خلفاء میں سب سے بڑا عالم تھا ۔ ابن الابار نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ابن الفرضی نے تاریخ علماء الاندلس میں اور ابن بشکوال نے کتاب الصلۃ میں حکم ثانی کا ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ وہ اندلس کے کبار علماء میں سے تھا (۱۱)۔ الحکم اور اس کے بھائی عبداللہ نے اپنے باپ کی زندگی میں اپنی اپنی لائبریریاں قائم کی تھیں۔ الحکم نے ان لائبریریوں کو شاہی لائبریری میں مدغم کر کے اس کے حجم میں بڑا اضافہ کر دیا (۱۲)۔ وہ کتابوں کا دلدادہ تھا اس کے کارندے دنیائے اسلام میں ہر کہیں مخطوطات یا ان کی نقلیں حاصل کرتے پھرتے تھے۔ قرطبہ کے ایک ادیب اور قاموس نگار محمد بن ابی الحسین فہری اور ایک دوسرے عالم محمد بن معمر کو حکم ثانی نے فراهمی مخطوطات اور نادر کتب کی نقول تیار کرنے پر مقرر کیا تھا (۱۳)۔ یوسف البلوطی ، ابو الفضل

بن ہارون ، عباس بن عمرو اور ظفر بغدادی نقل نویسی پر مامور تھے۔

فراھمی کتب کے لئے بیرونی فضلا اور وراقین کی خدمات بھی حاصل کی گئی تھیں جن میں مصر کا ابن سابان ، بغداد کا ابن یعقوب الکندیٰ اور محمد بن طرحان حکم ثانی کی لائبریری کے لئے کتابیں فراہم کرتے تھے (۱۴)۔ مشرق میں جو کتابیں تصنیف ہوتی تھیں ان کا علم اسے فضلاء مشرق سے بھی پہلے ہو جاتا تھا اور وہ کتاب کا پہلا نسخہ حاصل کرنے کے لئے مصنفین کو گراں قدر انعامات دیا کرتا۔ اس زمانے میں عراق میں ابو الفرج الاصبہانی (۸۹۷ ـ ۹٦۷) اپنی تصنیف ,,کتاب الآغانی ،، مرتب کر رھا تھا الحکم کو معلوم ھوا تو اس نے کتاب کا پہلا نسخہ حاصل کرنے کے لئے الاصبہانی کے پاس ایک ھزار دینار بھیجے (۱۵)۔

اس طریقے سے الحکم کی لائبریری قرون وسطی کی سب سے بڑی لائبریری بن گئی ۔ اس کی لائبریری میں چار لاکھ کتابیں جمع ھو گئی تھیں جن کی فہرست چوالیس جلدوں پر مشتمل تھی اور ہر جلد کے بیس اور ایک روایت کے مطابق پچاس صفحات صنعت شاعری کی کتابوں کے لئے مختص تھے (۱٦)۔ جب کہ مصر کے شاھی کتب خانہ میں العزیز (م ۹۹٦ء) کے زمانے میں قرطبہ کے شاھی کتب خانہ سے نصف یعنی دو لاکھ کتابیں تھیں ۔ بغداد کے سرکاری کتب خانہ میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا لیکن ان کی صحیح تعداد بیان نہیں کی گئی ۔ المستنصریہ کالج کی لائبریری میں ۱۲۳۲م میں صرف اسی ھزار کتابوں کا ذخیرہ تھا (۱۷) جبکہ اس کے چار سو سال بعد فرانس کے شاہ عاقل نے اپنے دارالحکومت میں ایک لائبریری قائم کی جس میں وہ صرف نو سو کتابیں جمع کر سکا (۱۸)۔

خولیان ریبرا حکم ثانی کے کتب خانے کے بارے میں رقم طراز ہے :

,,جس عمارت میں الحکم کا کتب خانہ تھا وہ کچھ عرصہ کے بعد ناکافی ہو گئی تو الماریوں میں کتابیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ دی گئیں یہاں تک کہ مزید گنجائش نہ رہی چنانچہ کتب خانہ دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا ۔ اس کتب خانے کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اس کے منتقل کرنے میں چھ ماہ لگ گئے جب کہ خاصی تعداد میں لوگ مسلسل کام میں لگے رہے ،، (۱۹)۔

الحکم ثانی نے نہ صرف اتنی بڑی تعداد میں کتابیں جمع کی تھیں بلکہ ان کتابوں میں سے اکثر کا اس نے مطالعہ بھی کیا تھا اور ہر کتاب پر مصنف کی تاریخ ولادت و وفات اور اس کی زندگی سے متعلق کسی عجیب واقعہ کے علاوہ جابجا حواشی بھی لکھے (۲۰) جس کی وجہ سے بعد کے زمانے کے محققین کی نگاہ میں ان مخطوطات کی قیمت دو چند ہو گئی ۔

الحکم ثانی نے قرطبہ کو ایک ایسی علمی مارکیٹ میں تبدیل کر دیا تھا جہاں ہر ملک کی علمی و ادبی تخلیقات دستیاب تھیں ۔ قرطبہ میں بیس ہزار کتب فروشی کی دو کانیں تھیں ۔ بیشتر کتب فروش اپنے اہتمام سے کتابوں کی نقول تیار کرواتے تھے (۲۱)۔ ملک کے تمام اہم شہروں میں پبلک لائبریریاں قائم کی گئی تھیں جو سرکاری خرچ پر چلتی تھیں صرف قرطبہ شہر میں ستر پبلک لائبریریاں تھیں (۲۲) متعدد مردوں اور خواتین کی ذاتی لائبریریاں تھیں جن میں ابن فطیس کی لائبریری سب سے بڑی تھی جس میں ہر وقت چھ نساخ نقول تیار کرنے کا کام کرتے تھے ۔ اس کتب خانے کے مہتمم شہر کے ایک بڑے عالم تھے ۔ اس کتب خانے کی ضخامت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ خاندان اسے فروخت کرنے پر

مجبور ہوا تو چالیس ہزار دینار میں یہ کتب خانہ فروخت ہوا ۔ خواتین میں عائشہ بنت احمد بن محمد بن قادم ، راضیہ نجم ، خدیجہ بنت جعفر التمیمی کے ذاتی کتب خانے تھے (۲۳)۔ عام لوگ اور کم آمدنی والے افراد بھی اپنی آمدنی سے بچت کر کے کتابیں خریدتے تھے۔ امراء اور رؤسا بڑی بڑی لائبریریوں کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے اور اس بات پر فخر کیا جاتا کہ فلاں شخص کے پاس فلاں نساخ کی لکھی ہوئی فلاں کتاب موجود ہے جو کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ اس دور کے رجحان کا اندازہ المقری کے بیان کردہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے :

,,الحضرمی کہتا ہے کہ مجھے ایک کتاب کی شدید ضرورت تھی میں کئی روز تک اس کی تلاش میں قرطبہ کے بازاروں میں گھومتا رہا ۔ آخر ایک روز مجھے وہ کتاب انتہائی خوشخط اور دیدہ زیب جلد والی ایک کتب فروش کے پاس نظر آئی ۔ میں نے اس کی مناسب قیمت تجویز کی لیکن اسی کتاب کے ایک غائب گاھک نے میری قیمت سے زائد بولی دے دی اور یہ سلسلہ چل نکلا یہاں تک کہ کتاب کی قیمت کئی گنا بڑھ گئی ۔ مجھے اس کتاب کی شدید ضرورت تھی لیکن اتنی زیادہ قیمت ادا کرنا میرے بس میں نہ تھا ۔ میں نے کتب فروش سے کہا کہ مجھے اس غائب گاھک سے ملا دو تو ممکن ہے ہم دونوں میں کوئی سمجھوتہ ھو جائے ۔ کتب فروش نے مجھے اس سے ملا دیا تو میں نے اس سے کہا اے فقیہ ! اگر آپ کو اس کتاب کی اتنی ھی ضرورت ہے تو میں بولی دینا چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ اب اس کی قیمت حد سے بڑھ گئی ہے۔ اس شخص نے جواب دیا ۔ میں نہ تو فقیہ ھوں اور نہ مجھے

اس کتاب کے مندرجات کا علم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک لائبریری قائم کی ہے جس میں ایک کتاب کی جگہ خالی ہے۔ اس کتاب کے نفیس خط اور خوب صورت جلد سے متاثر ہوا ہوں اس لئے اسے خرید کر اپنی لائبریری میں رکھوں گا تاکہ اپنے ہم چشموں میں اس لائبریری کے باعث شہرت اور عزت پاؤں۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں ہر قیمت پر اسے خرید سکتا ہوں ،، (۲۵)۔

قرطبہ کی شاہی اور نجی لائبریریوں کی بربادی کے بعد بھی بارھویں صدی میلادی تک قرطبہ میں اُندلس کے دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ کتابیں موجود تھیں ۔ ابن رشد (م ۵۹۵/ ۱۱۹۸) نے قرطبہ اور اشبیلیہ کا باہمی تقابل کرتے ہوئے کہا ہے اگر اشبیلیہ میں کوئی عالم فوت ہو جائے تو اس کی کتابیں قرطبہ کی مارکیٹ میں فروخت کے لئے لائی جاتی ہیں اور اگر قرطبہ میں کوئی مغنی مر جائے تو اس کے آلات طرب اشبیلیہ کے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں (۲٦)۔

اسلامی عہد میں اندلس میں تعلیم عام ہو گئی تھی ۔ تعلیم کے مختلف درجات تھے ۔ پرائمری سطح پر قرآن حکیم ، عربی زبان کے منتخب ادب پاروں ، خطوط نویسی ، انشا پردازی اور عربی گرائمر کی تعلیم دی جاتی تھی (۲۷) ۔ اندلس کی ہر بڑی بستی میں کئی مدارس تھے جن میں ثانوی تعلیم کا انتظام تھا ۔ صرف قرطبہ میں حکم ثانی نے ستائیس ایسے مدارس قائم کئے جن میں مفت تعلیم کا انتظام تھا (۲۸) قرطبہ ، اشبیلیہ ، ملاغہ ، سرقسطہ اور جیان میں اعلی تعلیم کی یونیورسٹیاں تھیں (۲۹) جہاں بالعموم بلامعاوضہ تعلیم دی جاتی تھی ۔ اکثر اساتذہ کو حکومت کی طرف سے مشاہرے ملتے تھے اور نادار طلبہ کی ضروریات کی کفالت بھی حکومت کرتی تھی ۔ ان جامعات میں حدیث ، تفسیر ، ادبیات تاریخ ، سائنس اور فلسفہ کے

علوم پڑھائے جاتے تھے (۳۰)۔ حکم ثانی کے عہد میں جامعہ قرطبہ کو جو عبدالرحمان الناصر کی بنائی ہوئی مسجد میں قائم کی گئی تھی دنیا کے تعلیمی اداروں میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا تھا ۔ یہ جامعہ قاہرہ کی جامعة الازہر اور بغداد کی جامعہ نظامیہ دونوں سے شہرت میں سبقت لے گئی تھی ۔ یہاں نہ صرف اندلس کے مسلمان ، نصرانی اور یہودی طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے بلکہ یورپ ، ایشیا اور افریقہ سے بھی تشنگان علم اپنی پیاس بجھانے کے لئے یہاں آتے تھے (۳۱)۔

حکم ثانی کے عہد میں اندلس کا عام ثقافتی معیار اتنی بلندی پر پہنچ چکا تھا کہ ڈوزی لکھتا ہے ۔

,,سپین کے تقریباً ہر آدمی کو لکھنا پڑھنا آتا تھا اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب مسیحی یورپ بس علم کی مبادیات ھی جانتا تھا اور یہ مبادیات بھی بڑی حد تک گنتی کے اراکین کلیسا جانتے تھے ،، (۳۲)۔

جامعہ قرطبہ میں ابوبکر بن القوطیہ ، ابو علی القالی اور ابو ابراهیم الفقیہ ایسے جید علماء درس دیا کرتے تھے ۔ الحکم ثانی علماء کی کانفرنسیں منعقد کرایا کرتا اور خود ان کی صدارت کرتا تھا ۔ وہ علماء کا کتنا قدر دان تھا اس کا اندازہ المقری کے بیان کردہ درج ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے :

,,ایک مرتبہ فقیہ ابو ابراهیم کو الحکم ثانی نے بلا بھیجا وہ اس وقت جامعہ قرطبہ میں درس حدیث دے رہے تھے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وقت ایک کار خیر میں مصروف ہوں اس لئے نہیں آ سکتا ۔ خلیفہ نے دوبارہ خادم کو بھیجا اور یہ هدایت کی کہ جونہی فارغ ہوں انہیں ساتھ لے آؤ ۔ انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں اس قدر کمزور ہوں کہ نہ تو

باب السدہ تک فاصلہ پیدل طے کر سکتا ہوں اور نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہوں خلیفہ نے ان کے لئے جامع مسجد اور شاہی محل کا اپنے لئے مختص درمیانی دروازہ باب الصناعۃ کھلوا دیا اور جب فقیہ درس حدیث سے فارغ ہو کر دربار میں تشریف لے گئے تو خلیفہ اور تمام اعیان مملکت نے انتہائی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا » (۳۳)

اندلس کے عوام و خواص علماء کو عزت و مکرمت کی نظر سے دیکھتے تھے ۔ بالعموم مساجد کے ساتھ مدارس تھے جہاں علماء کو تنخواہیں دے کر تعلیم کے لئے مقرر کیا جاتا ۔ لوگ علم برائے علم کے قائل تھے نہ کہ علم برائے معاش (۳۴) ۔ تعلیمی میدان میں خواتین بھی مردوں سے پیچھے نہیں تھیں (۳۵) ۔

مشرق و مغرب کی اسلامی ریاستوں کے سیاسی اختلاف کے باوجود اندلس میں اسلامی حکومت قائم ہونے پر کئی ایک علماء مشرق سے ترک وطن کر کے سپین میں جا آباد ہوئے جن سے وہاں کے لوگوں نے علم حاصل کیا ۔ المقری نے بہتر نامور افراد کا ذکر کیا ہے جو مشرق سے آ کر اندلس میں آباد ہوئے ان میں ابو علی القالی ، یونس الحرانی ، خاندان بنوز ہر کا مورث اعلی زہر ، ابو العلا صاعد البغدادی ظفر بغدادی اور محمد بن موسی الرازی ایسے علماء شامل ہیں (۳۶) ۔ دوسری طرف اندلس سے علم کے متلاشی بلاد مشرق کے علماء سے فیض یاب ہونے کے لئے سرگرم سفر رہتے ۔ المقری نے نفح الطیب کا ایک ضخیم باب ان افراد کے لئے مختص کیا ہے جو علم و ادب کی تلاش میں بلاد مشرق کے سفر پر گئے اس نے تین سو پانچ افراد کا ذکر کیا ہے جن میں سے ہر ایک شخص علم کی کسی ایک یا متعدد شاخوں میں کمال کو پہنچا ہوا تھا (۳۷) ۔

الحکم ثانی کے بعد حقیقی اقتدار ابن ابی عامر المنصور (۹۷۶ ـ ۱۰۰۲ء) کے ھاتھ آیا جو بہترین منتظم اور علم دوست تھا لیکن اس نے اپنی ھوشیاری اور موقعہ شناسی کی وجہ سے اقتدار پر قبضہ کیا تھا اس لئے وہ اپنے اقتدار کو ھر شے سے عزیز رکھتا ـ اسے احساس ھوا کہ اس کی فلسفہ پسندی اور علوم عقلیہ سے رغبت کو فقہاء مالکیہ جن کو عوام کی دینی اور روحانی قیادت کا منصب حاصل ہے اس کے خلاف استعمال کر سکتے ھیں ـ چنانچہ اس نے علماء کی خوشنودی حاصل کرنے اور عوام کے دل جیتنے کے لئے الاصیلی ، ابن ذکوان اور الزبیدی کو طلب کر کے حکم دیا کہ حکم ثانی کے کتب خانہ میں فلسفہ و ھیئت کی جس قدر کتابیں ایسی ھوں جن کا پڑھنا از روئے دین حرام ھو انھیں الگ کر دیا جائے ـ جب کتابیں علیحدہ ھو گئیں تو ابن ابی عامر نے کچھ جلوا دیں اور کچھ گڑھا کھود کر دفن کر دیں ان حالات میں جس کسی کے پاس کوئی ایسی کتاب تھی اس نے چھپا دی اور علوم عقلیہ میں گفتگو روک دی اور کئی ایک علوم عقلیہ کے ماھر اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ھو گئے جن میں عبدالرحمان بن اسماعیل بن زید جو اقلیدس الاندلس کے لقب سے مشہور تھا ترک وطن کر کے بلاد مشرق کی طرف چلا گیا (۳۸)ـ

المنصور کی اولاد کے خلاف جب قرطبہ میں ھنگامہ بپا ھوا اور خلافت بنوامیہ لخت لخت ھوگئی تو اس فتنہ کی کوکھ سے تین بڑے گروھوں نے جنم لیا :

۱ ـ بربر : جو جنوبی اندلس پر قابض ھوگئے .

۲ ـ صقالبہ : جنھوں نے مشرقی اندلس پر قبضہ جما لیا ـ

۳ ـ اندلسی : جنھوں نے باقی ماندہ جزیرہ نمائے اندلس میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کرلیں ـ

ان ریاستوں میں سے چند ایک تو علمی وفکری تاریخ میں کسی باب کا اضافہ کئے بغیر اپنے فطری انجام کو پہنچ گئیں جب کہ کچھ دوسری ریاستوں میں علوم و آداب کے میدان میں مقابلہ و مسابقہ کی صورت پیدا ہو گئی ۔ طوائف الملوک کے عہد میں سیاسی انتشار کے باوجود علمی وفکری ترقی روز افزوں رہی جس کی متعدد وجوہات ہیں :

۱ ۔ عصر خلافت میں ہر شعبہ علم کے متعلق لکھی گئی قدیم و جدید کتب کا ذخیرہ جمع کر لیا گیا تھا اس لئے اب ان علوم میں مزید تحقیقات و اضافات کا دور شروع ہو گیا ۔

۲ ۔ قرطبہ کے دربار خلافت میں جو علماء جمع تھے وہ مختلف دار الحکومتوں میں پھیل گئے اور انہوں نے اپنے اپنے حلقے میں علمی کام تیز تر کر دیا ۔

۳ ۔ الحکم ثانی نے قرطبہ میں جو لائبریری قائم کی تھی اور اس کے علاوہ جو پبلک لائبریریاں تھیں ان کی کتب فسادات کے ایام میں اطراف واکناف مملکت میں بکھر گئیں اور مختلف دارالحکومتوں میں پہنچ گئیں جس کی وجہ سے علمی وفکری دائرہ وسیع ہوگیا (۳۹) ۔

۴ ۔ عصر الطوائف میں فقہاء کی گرفت کمزور پڑ گئی اور ملوک الطوائف نے آزادانہ غور وفکر ، سائنس اور فلسفہ اور بحوث ومناظرات کی حوصلہ افزائی کی ۔

ان اسباب کی وجہ سے ملوک الطوائف کے دور میں سیاسی انتشار کے باوجود علمی ترقی روز افزوں رہی ۔ قرطبہ میں بنوجہور کی حکومت تھی جہاں ابن الحزم القرطبی ، الحمیدی ، ابن حیان اور ابن الطلاع الفقیہ ایسے محققین نے جنم لیا ۔ غرناطہ پر طوائف بربر کا قبضہ تھا ۔ جو نسبتاً کم علمی ذوق رکھتے تھے اس کے باوجود وہاں

مشہور شاعر فلسفی اور ماہر فلکیات ابوالفتوح الجرجاجی اور فقہیہ ابو اسحاق الالبیری نے فروغ پایا ۔ المریہ میں احمد بن عباس کی حکومت تھی جو خود عالم اولا علماء کا قدردان تھا اس کے کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں ۔ احمد بن عباس کے جانشین بھی علوم و آداب کے سرپرست تھے ۔ ان کے دربار میں شعراء کا ہجوم رہتا تھا ۔ اندلس کا اولین جغرافیہ نگار ابو عبید البکری عصر الطوائف میں المریہ میں بام عروج کو پہنچا (۴۰) ۔ اشبیلیہ کے حکمران المعتضد اور المعتمد خود شاعر اور شاعروں کے قدر دان تھے (۴۱) ۔ بطلیوس کے بنو افطس میں سے مظفر بن افطس نے المظفری کے نام سے پچاس جلدوں میں ایک دائرہ معارف مدون کیا جس کا تمام مواد اس نے اپنی لائبریری سے حاصل کیا تھا (۴۲) ۔ طلیطلہ جہاں بنو ذوالنون کی حکومت تھی سائنسی علوم کی ترویج وترقی میں دیگر مراکز سے بازی لے گیا ۔ ماہر فلکیات الزرقالی ، فلسفی اور ریاضی دان سعید بن محمد البغونش ، نامور طبیب اور ماہر نباتات ابن الوافد ، محمد التمیمی ، ابو الولید الوقشی اور مؤرخین میں سے صاعد الطلیطلی اور الحجاری دربار طلیطلہ سے وابستہ تھے (۴۳) ۔ سرقسطہ کے بنو ہود فلسفہ ، ریاضیات اور فلکیات میں بذات خود شغف رکھتے تھے ۔ المقتدر سائنسی علوم کا جید عالم تھا اس کے بیٹے المؤتمن نے فلکیات پر ایک کتاب لکھی (۴۴) ۔ ابن باجہ ، ابن جبیرول اور الکرمانی سرقسطہ کے دربار سے منسلک تھے ۔ الکرمانی جب مشرق سے رسائل اخوان الصفاء لے کر اندلس گیا تو تو دربار سرقسطہ میں ان کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی (۴۵) ۔

اندلس میں المرابطون کے عہد کو ڈوزی نے علمی اعتبار سے بے ثمر عہد قرار دیا ہے اور عبدالواحد المراکشی کا بیان جو صرف علی

بن یوسف بن تاشفین کے عہد سے متعلق تھا (۳٦)۔ عام کرکے پورے مرابطی دور کو جہالت اور مذہبی تعصب کے عہد سے موسوم کر دیا(۴۷)۔ جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ علمی و ادبی ترقی جو عصر الطوائف میں جاری تھی بدستور آگے بڑھتی رہی ۔ قرطبہ، مرسیہ، المریہ، دانیہ، اشبیلیہ، بلنسیہ، طرطوشہ، غرناطہ، بطلیوس، شاطبہ، سرقسطہ اور شلب میں تعلیمی ادارے قائم تھے ۔ تاریخ میں ابن بشکوال اور ابن الضبی، جغرافیہ میں ابوحامد الغرناطی اور شریف الادریسی ، فلسفہ میں ابن باجہ، ریاضیات میں ابن مسعود ، ابن سہل الضریر اور جابر بن افلح ، طب میں ابو الصلت امیہ بن عبدالعزیز، سفیان الاندلسی اور خاندان بنوزھر کے ابومروان اور ابوالعلاء، عصر مرابطین کے نامور علماء میں شمار ہوتے ہیں (۳۸) ۔

اندلس کی زمام اقتدار جب الموحدون کے ہاتھ آئی تو علمی وفکری میدانوں میں ترقی کی رفتار تیز ہوگئی ۔ موحد فرماں روا علماء کے قدر دان اور علم و ادب کے سرپرست تھے ۔ اس دور میں صرف قرطبہ میں آٹھ سو تعلیمی ادارے ایسے تھے جن میں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا انتظام تھا ان درسگاہوں میں دس ہزار سے زائد طلبہ علوم اسلامیہ ، ادبیات اور سائنس کی تعلیم حاصل کرتے تھے (۳۹) ۔ اس دور میں تاریخ میں ابن الابار ، جغرافیہ میں ابن جبیر ، فلکیات میں البطروجی طب میں بنو زھر اور نباتات میں ابن البیطار نامور علماء گزرے ہیں (۵۰) ۔ اسی دور میں فلسفہ کے دو باقاعدہ فکری مدارس وجود میں آگئے ایک ارسطی مدرسہ جس کے نمائندہ ابن باجی ، ابن طفیل اور ابن رشد تھے اور دوسرا افلاطونی مدرسہ جس کے سب سے بڑے نمائندہ محی الدین ابن العربی تھے ۔

بارھویں صدی میلادی کے نصف میں جزیرہ نمائے اندلس میں مسلمانوں کی حکومت سمٹ کر صرف غرناطہ تک محدود ہو گئی تھی۔

مملکت غرناطه نے انتہائی نامساعد حالات میں اڑھائی سو سال تک نہ صرف اپنا وجود برقرار رکھا بلکہ علمی ترقی میں بھی خاطرخواہ حصہ لیا ۔ بنونصر کے ساتویں حکمران یوسف ابوالحجاج (۱۳۳۳ ۔ ۱۳۵۴) نے غرناطہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ۔ لسان الدین ابن الخطیب اس فرمان روا کا وزیر تھا ۔ ایک سو بیس ایسے عالم ، ادیب ، مؤرخ ، محدث اور سائنس دان تھے جن کے طفیل غرناطہ یونیورسٹی اپنے زمانے میں بے عدیل مانی جاتی تھی ۔ اس کے علاوہ غرناطہ میں ستر عام کتب خانے ، سترہ کالج اور دو سو ابتدائی مدارس تھے (۵۱) ۔ مشہور ماہر عمرانیات علامہ ابن خلدون نامور سیاح رزین بن معاویہ العبدری ، ابو عبداللہ محمد بن عمر ابن رشید اور ریاضی دان ابن البناء جس کی کتاب التلخیص فی اعمال الحساب آج تک جامعہ فاس میں شامل نصاب ہے اور ابوبکر محمد ابن احمد الرقوطی جسے الفونسو العاشر نے مرسیہ کے مدرسہ میں شعبہ ریاضی کا عمید مقرر کیا تھا اس عہد کے مشہور علماء میں شامل ہیں (۵۲) ۔

اندلس کے مسلمانوں کی علمی وثقافتی سرگرمیاں صرف مسلمانوں تک ھی محدود نہیں رھیں بلکہ مستعربین نے بھی اس زلال صافی سے اپنے اپنے جام بھرے ۔ بارھویں صدی میلادی سے مغرب کا ھر وہ شخص جسے علوم سے ذرا بھی لگاؤ ھوتا اور اکتساب علوم کی خواھش رکھتا تو مشرق کا رخ کرتا یا اسلامی مغرب کا ۔ اس زمانے میں عربوں کی کتابوں کے تراجم شروع ھوئے ۔ سپین کے مسیحی حکمرانوں نے عرب فرماں رواؤں کے نقش قدم پر چلتے ھوئے اپنے درباروں کو علماء و فضلاء سے رونق دینے ، کتب جمع کرنے اور علمی و سائنسی اکتشافات کی سرپرستی کرنے کا طریق کار اختیار کیا ۔

تاریخی عمل کا تسلسل جاری رہا نتیجةً معلمان انسانیت جہالت کے اندھیروں میں ڈوب گئے اور علم کا سورج کسی اور سرزمین کو منور کرنے لگ گیا ۔

مآخذ و مصادر

١ ـ صاعد الاندلسی، طبقات الامم ، مطبعة السعادة ، القاهره ، ص ٩٧

٢ ـ الدومیلی ، العلم عندالعرب واثره فی تطور العلم العالمی (ترجمه عبدالحلیم النجارو محمد یوسف موسیٰ) دار القلم القاهره ، ١٩٦٢ء ، ص ٣٣٥ ـ

٣ ـ المقری ، احمد بن محمد ، نفح الطیب فی غصن الاندلس الرطیب ، طبع ڈوزی ١٨٥٥ ، ٢ : ٣٧ ـ ٣٨

۴ ـ ابن العذاری المراکشی ، البیان المغرب فی اخبار الاندلس والمغرب ، نشر و تحقیق :) ج ـ س کولان ولیفی پروفنسال ، لیڈن ١٩٣٨ء ٢ : ١١٠

آنخل گنثالث بالنثیا ، تاریخ الفکر الاندلسی (ترجمه حسین مونس) مکتبه النهضة المصریة القاهره ١٩٥٥ء ، ص ۴ ـ ٥

٥ ـ Levi Provencal Historie de L'Espagne Musulmane, Paris 1950-3 pp. 64, 85.

٦ ـ الزرکلی ، خیرالدین ، الاعلام ، بیروت ، ٧ : ٩٦

٧ ـ الحمیدی ، محمد بن فتوح ، جذوة المقتبس فی ذکرولاة الاندلس ، مکتب نشر الثقافه الاسلامیة القاهره ١٩٥٢ء ص ٥٨ ـ ٩ ، ابن ابی اصیبعه ، عیون الانباء فی طبقات الاطباء ، دارالحیاة بیروت ١٩٦٥ء ، ص ٣٨٨ صاعد ، ١٠٥ ، ١٢١ ، المقری ، ٢ : ٩٣ ، ١٢٣ ، فکر اندلسی ، ٨

٨ ـ ابن ابی اصیبعه ، ۴٩٣ ـ ٣ ، فواد سیّد ، تعلیقات علی طبقات الاطباء والحکماء لابن جلجل المعهد العلمی الفرنسی القاهره ١٩٥٥ء ، ص ٢٢

٩ ـ ابن الفرضی ، تاریخ علماء الاندلس ، مکتب نشر الثقافة الاسلامیة القاهره ١٩٥۴ء ، رقم ١٣١٦

١٠ ـ المقری ، ٢ : ٢٥٦

١١ ـ ابن الابار ، محمد بن عبدالله ، الحلة السیرا ء ، الشرکة العربیة القاهره ١٩٦٣ء ، ١ : ٢٠١

١٢ ـ الحلة السیراء ، ١ : ٢٠١ ، خولیان ربیرا ، اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقین کتب (ترجمه : احمد خان) اداره تحقیقات اسلامی اسلام آباد ١٩٧۴ء ، ص ١٥

١٣ ـ ابن الابار ، التکملة لکتاب الصلة ، نشر الثقافة الاسلامیة القاهره ١٩٥٦ء ١ : ١٠٦ الضبی احمد بن عمیره ، بغیة الملتمس فی تاریخ رجال اهل الاندلس ، طبع کودیرا و ربیرا ، ١٨٨۴ ، ص ٦١

۱۴ـ الحلة السيراء ۱ : ۲۰۲ ، التکمله لکتاب الصلة ، ۱ : ۳۴۷ ، المقری ، ۲ : ٦۷ ، الفرضی ، ۱ : ۳۳۳

۱۵ـ المقری ۱ : ۲۵۰ ، الحلة السیراء ۱ : ۲۰۱ ـ ۳

۱٦ـ ایضاً

۱۷ـ S. Imam Din, A Political History of Muslim Spain, Dacca 1961, p. 179.

۱۸ـ گستاؤلیبان ، تمدن عرب (ترجمه علی بلگرامی) ، مقبول اکیڈمی لاہور ، ص ۳۹۹

۱۹ـ خولیان ریبرا ، ۲۰

۲۰ـ المقری ، ۱ : ۲۵٦ ، الحلة السیراء ، ۱ : ۲۰۲

۲۱ـ نقل نویسی کا مشغله اس قدر عام تھا که عورتیں بھی کتابیں لکھتیں جنھیں وراقین کے ہاتھ فروخت کر دیتی تھیں ـ المراکشی (المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ، المطبعة الاستقامة القاہرہ ۱۹۳۹ء ، ص ۳۷۲ ، لکھتا ہے که قرطبه کے صرف شرقی حصه میں ۱۷۰ خواتین ایسی تھیں جو قرآن حکیم خط کوفی میں لکھا کرتی تھیں ـ

۲۲ـ Mc Cabe, Splendour of Moorish in Spain, London 1935 p. 81.

۲۳ـ ابن بشکوال ، خلف بن عبدالملک ، الصلة فی تاریخ ائمة الاندلس ، مکتب نشر الثقافة الاسلامیة القاہرہ ۱۹۵۵ء ۱ : ۲۹۷ ـ ۳۰۰ ، ۲ : ٦۵۴ ـ ۵

۲۴ـ ریبرا ، ۲۲ ـ ۲۳

۲۵ـ المقری ، ۱ : ۳۰۲

۲٦ـ ایضاً

۲۷ـ Cambridge Medieval History, London 1942 III: 434

۲۸ـ Dozy, spainish Islam (English Translation) London 1931, 455.

۲۹ـ Ameer Ali, A short History of the Saracens London 1955 p. 577

۳۰ـ Mc Cabe. p. 190.

۳۱ـ Hitti, P.K. History of the Arabs, Edinburgh 1968 p. 530.

۳۲ـ Spainish Islam, p. 455.

۳۳ـ المقری ، ۱ : ۲۲۳ ـ ۵

۳۴ـ ایضاً ، ۱ : ۱۳٦ ، ۲۲۳ ـ ۵ ، ۲ : ۳۸ ـ ۵۱

۳۵ـ المقری نے نفح الطیب کا ایک مکمل باب (۲ : ۵۳٦ ـ ٦۳۹) خواتین کی علمی و ادبی سرگرمیوں کے لئے وقف کیا ہے ـ

۳٦ـ ایضاً ۲ : ۲ ـ ۱۰۳

۳۷ـ ۱ : ۳٦۳ ـ ۹۳۳

۳۸ـ ایضاً ، ۱ : ۱۳٦ ، صاعد ، ۱۰۲ ـ ۳ ـ

۳۹ـ صاعد، ۱۰۳

۳۰ـ فکر اندلسی، ۱۷

۳۱ـ Spainish Islam, 660-70

۳۲ـ المقری ۲ : ۲۵۸

۳۳ـ فکر اندلسی، ۱٦

۳۴ـ (Introduction to the History of Science, Washington 1950 1; 759).

یہ کتاب ضائع ہو گئی اور سارٹن نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ ایک بادشاہ کی تصنیف کیسے ضائع ہو گئی ـ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس التزام سے اندلس میں مسلمانوں اور ان کے آثار کو مٹایا گیا ہے اسے دیکھ کر حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ کچھ کتابیں باقی کیسے بچی رہیں ـ

۳۵ـ ابن القفطی، تاریخ الحکماء، لیپزنگ ۱۹۰۳ء، ۲۴۳، ۳۰٦ ـ

۳٦ـ عبدالواحد المراکشی، ۱۷۲ ـ ۳

۳۷ـ Spainish Islam, p. 720.

۳۸ـ حسن محمود، قیام دولة المرابطین، مکتبه النهضة المصریة، القاهره ۱۹۵۷ء، ۳۲۲ ـ ۷

۳۹ـ Mc Cabe, 190.

۵۰ـ محمد المنونی، العلوم والآداب والفنون علی عهد الموحدین، ص ۹۷ ـ ۱۲۳

۵۱ـ Ameer Ali, 569-70.

۵۲ـ تاریخ الفکر الاندلسی، ۲۳ ـ ۲۵

★★★

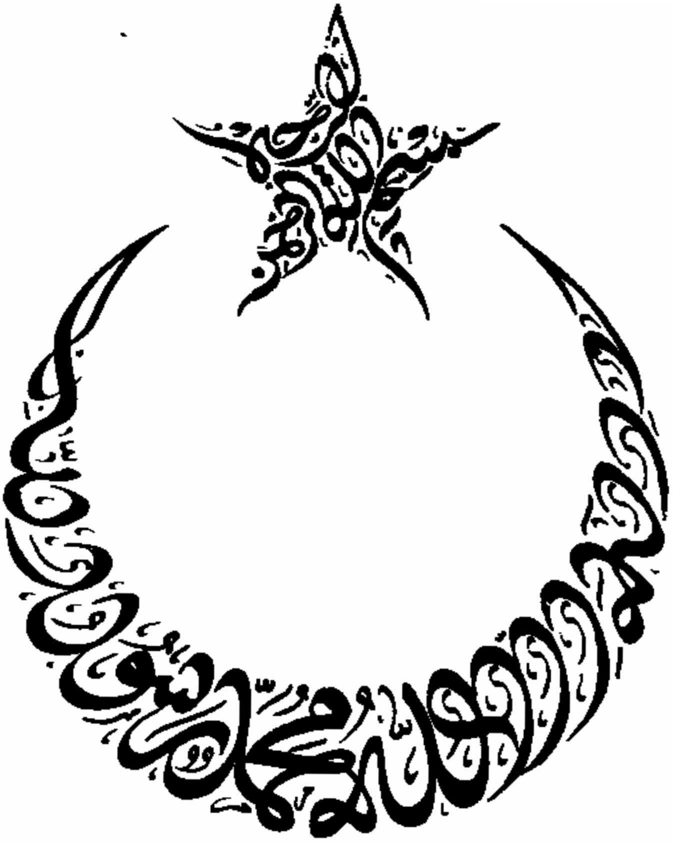

لوحة زخرفية بخط ديواني مشكول بحركات « تقليد » للديواني جلي على هيئة هلال ونجمة ونصها : بسملة في النجمة ، وكلمات الشهادة « لا إله إلا الله محمد رسول الله » في الهلال .